# اسلام کا معاشرتی نظام

مولانا جاوید احمد

اس جلی عنوان کے تحت جو تفصیل جاننا چاہتے ہیں، پہلے اس کے ذیلی عنوانات ملاحظہ فرمالیں، تاکہ بطور دریا بہ کوزہ طویل بات کو چند اجمالی نکات میں ذہن نشین کرنا آسان ہو:

ذیلی عنوانات: ا۔ معاشرت کا مفہوم......۲: انسانی معاشرے کی ابتدا و تاریخ......۳: اسلامی نظام معاشرت کا ارتقاء اور اس کی تکمیل......۴: معاشرے کے افراد کا ذاتی اتحاد اور صفاتی تنوع......۵: اسلام کے معاشرتی احکام کی بنیاد، افراد کا منظّم رشتوں سے منسلک ہونا ہے......۶: اسلام کے معاشرتی نظام کی تفصیلی جھلکیاں......۷: اسلامی تہذیب و معاشرت کا امتیاز......۸: اسلامی نظام معاشرت کے کامل و ممتاز ہونے کے باوجود مسلم معاشرے کی زبوں حالی......۹: معاشرے سے فساد و بگاڑ کے خاتمے کی تدابیر و حل......۱۰: اختتام۔

**ا) معاشرت کا مفہوم:**

حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ ''آداب المعاشرت'' میں فرماتے ہیں کہ ''شریعت کے پانچ جز ہیں:

ا۔ عقیدہ......۲: اعمال......۳: اخلاق......۴: معاملات......۵: حسنِ معاشرت۔

شریعت ان پانچوں جز کے مجموعے کا نام ہے۔ مسلمانوں کو ان سب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ حضرت والا کے مذکورہ ارشاد گرامی کی تشریح یہ ہے کہ معاشرہ عربی لفظ ہے۔ عربی قواعد کی رُو سے اس لفظ کا استعمال دو فرد یا دو قوموں کے باہمی سلوک، رہن سہن، طریقہ بود و باش اور ثقافتی انداز پر ہوتا ہے، نیز عرف عام میں آپس میں مل جل کر رہنے والے افراد کو بھی معاشرہ کہتے ہیں، پھر یہ باہمی برتاؤ اگر آسمانی تعلیمات سے ہٹ کر ہو تو نرا انسانی معاشرہ، بل کہ حیوانی معاشرہ ہوگا اور اگر آسمانی ہدایات کے مطابق ہو، تو عین اسلامی معاشرہ اور اسلامی تہذیب و ثقافت ہوگی۔

**۲۔ انسانی معاشرے کی ابتدا و تاریخ:**

مذکورہ وضاحت سے اس نتیجے تک پہنچنا آسان ہوگا کہ انسانی معاشرے کی خشتِ اوّل، اسی وقت رکھی گئی جب

اس کائنات کے سب سے اول فرد، قافلہ انسانی کے عظیم سرخیل ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد جنت کی راحت بھری زندگی بھی ان کے لیے بے کیف تھی، تو خالقِ کائنات عالم الغیب خدا تعالیٰ نے ان کی تنہائی کی وحشت کو انسیت میں بدلنے کے لیے ان کی رفیقہ حیات کو بھی پیدا فرمایا؛ ابھی حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوّا علیہا السلام کے ساتھ رہنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی تعلیم دی اور انہیں آپ کی منکوحہ بنا کر دونوں کو جنت میں رہنے کی اجازت دی:

وَقُلْنَا یَا آدم اسْکن انت وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ. البقرۃ

''ہم نے کہا: اے آدم تم اور تمہاری رفیقہ حیات دونوں جنت میں مقیم رہو۔''

پھر ایک قضیہ نامرضیہ کے نتیجہ میں یہ دونفری قافلہ روئے زمین پر آباد ہوا اور ان کے ازدواجی رشتے کی برکت سے راہ رو آتے گئے، اور کاروانِ انسانیت بنتا گیا۔

**۳) اسلامی نظام معاشرت کا ارتقا اور اس کی تکمیل:**

الحاصل انسانی معاشرے کی ابتدا ایک مرد اور ایک عورت سے ہوئی اور اسلامی معاشرت کی ابتدا انہیں دو افراد کے درمیان نکاح اور اس کے متعلقہ اَحکام وقوانین سے ہوئی اور باقی تمام رشتے ماں باپ اور بھائی بہن وغیرہ اسی ایک رشتہ نکاح کی فروع کے طور پر ظاہر ہوئے، پھر ہر رشتے کے اعتبار سے حسب ضرورت انتظامی احکام کی بھی ضرورت پڑتی گئی اس طرح نظام معاشرت وحی الٰہی کے ذریعے وجود میں آیا اور اس کی انتہاو تکمیل اسلام کے آخری پیغمبر سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوئی۔

(اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدۃ: ۳)

''آج میں نے تمہارا دین تمہارے واسطے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے شریعتِ محمدیہ کی تکمیل کا اعلان کرتے ہوئے دو لفظ ارشاد فرمائے: کمالِ دین اور اتمامِ نعمت، دونوں کا خلاصہ تاکید کے طور پر یہ بتانا ہے کہ دینِ اسلام قوت وغلبہ کے لحاظ سے بھی کامل ہو گیا یعنی اس آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کے پاس افرادی قوت اور وسائل بھرپور آ چکے تھے؛ اب دشمنانِ اسلام اور مخالفین کی طرف سے دین کو نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ نہیں رہا، لہٰذا یہ دنیوی نعمت کے طور پر اللہ کا احسان ہے اور احکام وقوانین کے اعتبار سے بھی یہ دین مکمل ہو گیا کہ ہر زمان ومکان کی ضروریات کو پورا کرنے کی اس میں بھرپور صلاحیت موجود ہے، اور یہ دینی نعمت کے طور پر اللہ کا احسان ہے، لہٰذا ہر دو لحاظ سے دین کی تکمیل پر یہ اعلانِ مسرت اور مژدۂ جاں فزا سنایا گیا۔ بہرحال شریعتِ محمدیہ ایک مکمل نظام معاشرت ہی نہیں، بل کہ سارے عالم کے لیے مکمل نظامِ حیات بھی ہے۔

۴) افرادِ معاشرہ کا ذاتی اتحاد اور صفاتی تنوع:

جب روئے زمین پر بسنے والے سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ٹھہرے، تو اس عمومی رشتۂ انسانیت اور آدمیت کے لحاظ سے سب ذاتی طور پر متحد اور ایک ہی صف میں کھڑے ہیں، تاہم مختلف علاقوں اور زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کی وجہ سے، ان میں آپس میں مختلف برادریاں، قرابت داریاں اور حیثیتیں قائم ہوگئیں، چنانچہ وہی اولادِ آدم مرد وعورت کی شکل میں کہیں شوہر بیوی کی حیثیت رکھتے ہیں، تو کہیں باپ اور بیٹی کی، کہیں ماں اور بیٹے کی تو کہیں حاکم محکوم کی وغیرہ وغیرہ۔

الغرض تمام افرادِ بشر کا آدمیت کے اعتبار سے متحد ہونے کے باوجود حیثیت اور نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہونا، ایک حسین امتزاج ہے، جو برائے افتراق وتفریق نہیں بل کہ برائے زینت ومصلحت ہے۔ برائے زینت اس طرح ہے کہ جیسے کسی باغ وچمن کی زیبائش مختلف النوع پھولوں سے ہے، اسی طرح چمنِ انسانیت کی زینت مختلف النوع افراد سے ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اور برائے مصلحت اس طرح کہ برادریوں کے اختلاف سے افراد کی شناخت اور تعارف حاصل ہوتا ہے، اگر برادریاں مختلف نہ ہوتیں تو لاکھوں کروڑوں انسانوں میں ہم نام لوگوں کی شناخت کیسے ہوسکتی تھی؟

قرآن کریم اسی عظیم مصلحت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا. (سورۃ الحجرات)

''اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ماں باپ کی اولاد بنایا اور تم کو مختلف شاخوں، خاندانوں اور برادریوں میں بانٹا، تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔''

۵) اسلام کے معاشرتی احکام وتعلیمات کی بنیاد افراد کا منظم رشتوں سے منسلک ہونا ہے:

اگر بہ غور دیکھا جائے، تو پورا انسانی کنبہ دو منظم رشتوں سے جڑا ہوا ہے، ایک عمومی رشتہ یعنی انسانیت، دوسرے خاندانی قرابت داریاں۔ انسان ان ہی دو رشتوں کی بنیاد پر معاشرتی ذمے داریوں اور فرائض کو بجالانے کا مکلف ہے مثلاً: مرد کو لے لیجیے اگر معاشرے میں اس کی حیثیت شوہر کی ہے تو رشتۂ زوجیت کی وجہ سے وہ بیوی پر حاکمانہ اختیار کا مالک ہے اور اگر باپ کی ہے تو رشتۂ اُبُوَّت کی وجہ سے وہ حقوق پدری کو انجام دینے کا مکلف ہے، اسی طرح اگر بیٹا ہے تو رشتۂ فرزندی کی وجہ سے اس پر والدین کی اطاعت واجب ہے۔

پھر عورت کو لے لیجیے، اگر معاشرے میں اس کی حیثیت بیوی کی ہے، تو منکوحہ ہونے کی حیثیت سے اس پر اپنے شوہر کی تابعداری میں رہنا ضروری ہے۔ اور اگر وہ ماں ہے، تو بچوں کو اپنی ممتا کے سائے میں اُن کی دینی تربیت کرنا اس کا فریضہ ہے، اسی طرح اگر کوئی حکومت کے اختیارات کا حامل ہے، تو محکومین کے ساتھ عدل وانصاف قائم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اسی طرح روحانی رشتے سے جڑے ہوئے افراد کو دیکھیے مثلاً استاذ وشاگرد کو لے لیجیے کہ شاگرد پر طالب علمانہ رشتہ کی وجہ سے استاذ کی تعظیم وتوقیر کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح دو فرد کے درمیان نسبتی قرابت نہ بھی ہو؛ تب بھی اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسانی ہمدردی کے ناطے ایک مسلمان دوسرے شخص کے ساتھ حسن سلوک کا مکلف ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبىٰ وَالْيَتٰمىٰ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔(النساء:)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی کہ وہ رشتہ دار اور غیر رشتہ دار سبھی کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

خلاصہ یہ کہ معاشرے کا ہر فرد رشتۂ قرابت یا رشتۂ انسانیت واخوت کی بنیاد پر ہی نظامِ معاشرت سے وابستہ اور معاشرتی فرائض کا پابند ہے..... سبحان اللہ! کتنا معقول نظام ہے اسلام کی معاشرت کا!

**۶) اسلام کے معاشرتی نظام کی تفصیلی جھلکیاں:**

اسلام، افراد واجتماعیت کو سنوارنے کے لیے اور ایک خوب صورت مثالی معاشرہ تشکیل دینے کے لیے کیا کیا اقدامات کرتا اور کیسی عمدہ تعلیمات فراہم کرتا ہے، ان سب کو ان چند اوراق میں جمع کرنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے؛ کیونکہ ''سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے۔''..... قرآن وسنت ایسی ہی تعلیمات سے لبریز ہیں، تاہم معاشرتی تعلیم کے چند اہم گوشوں کی طرف ہم قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

**(الف) مہذب اور شائستہ گفتگو کا طریقہ:**

سب سے پہلے انسان اپنے معاشرے میں، جس چیز سے اپنی شناخت قائم کرتا ہے وہ اس کی بات چیت کا انداز ہے، ہم جانتے ہیں کہ اندازِ تکلم، گفتگو کی شائستگی، زبان کی مٹھاس اور اس کی حلاوت وگھلاوٹ ایسی چیز ہے، جو مخاطب کے جسم پر نہیں، بلکہ اس کے قلب ودماغ پر اثر انداز ہوتی ہے، بات کے پَر نہیں ہوتے، پھر بھی وہ طاقتِ پرواز رکھتی ہے

اقبال بڑا اُپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

حسن کلام کی اسی تاثیر کے پیش نظر قرآن کریم نے مہذب گفتگو کے لیے کیسی جامع تہذیب سکھائی ہے فرمایا:

وقولو اللناس حسنا. (البقرة)

''لوگوں سے خوب صورت بات کرو۔''

پھر بات میں حسن و جمال کیسے پیدا ہو؟ اس کے لیے قرآنِ کریم نے دیگر مختلف مقامات پر قول کی ۹ صفات بیان فرمائی:

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱)قول کریم | عزت کی بات | فرمایا | وقل لهما قولا كريما (بنی اسرائیل) |
| ۲)قول سدید | درست بات | فرمایا | قولو قولاً سديداً (احزاب) |
| ۳)قول معروف | بھلی بات | فرمایا | وقولو لهم قولا معروفا (النساء) |
| ۴)قول طیب | پاک اور عمدہ بات | فرمایا | ومثل كلمة طيبة (ابراہیم) |
| ۵)قول بلیغ | بامقصد اور موثر بات | فرمایا | وقل لهم فى انفسهم قولا بليغا (النساء) |
| ۶)قول میسور | آسانی اور رافت کی بات | فرمایا | وقل لهم قولا ميسوراً (بنی اسرائیل) |
| ۷)قولِ لین | نرم بات | فرمایا | وقولا له قولا لينا (طٰہٰ) |
| ۸)قولِ سلام | رفع شر اور عافیت کی بات | فرمایا | واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً (فرقان) |
| ۹)قول صدق | سچی بات | فرمایا | كونوا مع الصادقين (التوبة) |

قارئین کرام: ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن کریم خوب صورت بات کی تشریح ان نو اوصاف سے کرتا ہے، تاکہ ہر بات اپنے موقع محل اور مخاطبین کے معیار کے مناسب ہو، ظاہر ہے کہ جس شخص کی بات ان نو اوصاف سے آراستہ ہوگی، وہ اپنے معاشرے کا کیسا فرد بنے گا، کیوں نہیں لوگ اس کی جادو بیانی سے متاثر و مسحور ہوں گے؟!!

جب گفتگو کی تہذیب کا یہ عالم ہے، تو دیگر اعمال و اخلاق کی تہذیب پر اسلام نے کتنا زور دیا ہوگا؟

کیوں کہ بات سے زیادہ اہم انسان کا عمل ہے، چنانچہ حسنِ عمل کے لیے قرآن کریم ایک اصولی ضابطہ بیان کرتا ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. (الملک)

اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو اس لیے پیدا فرمایا، تاکہ وہ تمہارا امتحان لے کہ کون اچھا عمل پیش کرتا ہے۔

غور فرمائیے! کہ جب حسن کلام کے لیے نو اوصاف کا ہونا ضروری ہے تو عمل؛ جو کلام سے بھی زیادہ اہم ہے اس کے حسن کے لیے کتنی صفات کا ہونا ضروری ہوگا؟ جب کہ حسنِ عمل ہی پر ہمارا امتحان ہونا ہے اور اسی پر ہماری کامیابی کا مدار بھی ہے۔

**(ب) اسلام کی معاشرتی تعلیم کا دوسرا اہم گوشہ والدین اور قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔**

والدین کی عظمت و بزرگی ہر معاشرے میں مسلم ضرور ہے، لیکن اسلامی تعلیم دیکھیے فرمایا گیا:

وان جاھدک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم، فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا۔

(لقمان)

والدین اگر کافر و مشرک بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ بے رخی اور بے تعلقی جائز نہیں، بلکہ حسنِ سلوک میں کافر والدین بھی مسلم والدین کے برابر ہیں، حالانکہ مذہبی اختلاف باعث عداوت و بغض ہے، لیکن پھر بھی ایسا جامع ادب سکھلایا گیا جو ظاہری محبت اور بغض فی اللہ یعنی محبت و نفرت کا حسین سنگم ہے۔

**ج) اسلامی تہذیب کا تیسرا اور اہم گوشہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے۔**

آج امتِ مسلمہ کی سب سے اہم ترین ضرورت اتحاد و اتفاق ہے، یہی ہر فرد کے دل کی آواز ہے، تو آیئے اسلامی تہذیب کے پلیٹ فارم سے قرآن وسنت کی وہ تعلیمات و آداب معلوم کریں، جن پر عمل کرنے سے ہماری صفوں میں اتحاد پیدا ہو۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام میں معاشرت کی تعلیم اس طرح دی گئی، جس سے انسان میں تواضع پیدا ہو اور تجربہ کرلیا جائے کہ بدونِ تواضع کے ہمدردی و اتفاق پیدا نہیں ہوسکتا اور یہی معاشرت کی جڑ ہے۔ (آداب المعاشرت ص/۲۶)

ایک اور جگہ فرمایا:

''تکبر اور تکلف تو معاشرے کی جڑیں اکھاڑتا ہے، اس لیے کہ متکبر دوسروں سے بڑا بن کر رہتا ہے، پھر دوسروں کے ساتھ مساوات و ہمدردی کہاں رہی۔'' (ایضاً ص/۲۵)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے دو باتیں سمجھ میں آئیں۔

۱) مسلمانوں کا باہمی اتفاق اسلامی تہذیب و معاشرت کا اہم جز ہے۔

۲) باہمی اتحاد و ہمدردی کا اصل ذریعہ تواضع ہے، جب کہ تکبر نا اتفاقیوں اور نفرتوں کا کلیدی سبب ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تواضع کے ذریعے امت متحد کیسے ہوگی؟ تو اس کو سمجھنے کے لیے اردو زبان کے ایک محاورے پر غور کیجیے: اردو میں دو شخص اور دو قوموں کی آپسی محبت واتحاد کو اس جملہ سے تعبیر کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں شیر وشکر ہوگئے۔ یعنی جس طرح شکر دودھ میں گھل مل جاتی ہے اور دونوں دو قالب و یک جان ہوجاتے ہیں، اسی طرح دونوں شخص آپس میں متحد ہوگئے۔ شکر اور دودھ کے اتحاد کا راز بھی درحقیقت تواضع ہے، کیوں کہ تواضع کہتے ہیں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے اور خود کے مٹا دینے کو، تو چوں کہ شکر نے دودھ میں مل کر خود کے وجود کو مٹا دیا، اس لیے شیر وشکر

میں اتحاد قائم ہوگیا اور وہ یک جان دو قالب ہوگئے۔

من تو شدم تو من شدی    من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں    من دیگرم تو دیگری

بس یہی حقیقت ہے معاشرے میں اتحاد کے قائم ہونے کی، اگر کوئی فرد یا جماعت اللہ کی رضا کے لیے خود کو چھوٹا بنالے اور اپنی خودی کو مٹادے، تو وہ دوسرے فرد یا جماعت کے ساتھ یقیناً ضم ہوجائے گا، لیکن اگر کوئی ایک فرد دوسرے کے سامنے نہ جھکے تو یہی تکبر ہے اور یہیں سے انتشار شروع ہوجائے گا۔

پس ثابت ہوا کہ تواضع امت کے جوڑ کا ذریعہ ہے اور تکبر امت کے توڑ کا سبب ہے۔

**(د) اسلامی معاشرت کا چوتھا اہم گوشہ نکاح اور خصوصاً عورتوں کے لیے پردے کے احکام ہیں۔**

معاشرے سے بدکاری اور بے حیائی کے سد باب کے لیے اسلام نے نوجوان لڑکا اور لڑکی کے سرپرستوں کو ہدایت دی کہ وہ ان کے نکاح میں تاخیر نہ کریں، اسی طرح عورتوں کو نامحرموں کے ساتھ اختلاف سے منع فرمایا، نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کی تعلیم دی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْن. (المومنون)

ولا تقربو االزنا کہہ کر بدکاری کے قریب لے جانے والے اسباب پر روک لگائی۔

نیز جذبات سے مغلوب اور زائد قدرت رکھنے والوں کو متعدد شادیاں کرنے کی اجازت دی، تا کہ بے نکاحی عورتوں کی کثرت سے معاشرے میں زنا کے اڈے قائم نہ ہوں۔

تنبیہ: اسلامی اس نظریے پر اعتراض کرنے والے ذرا اپنے معاشرے کی خبر لیں، اپنی عورتوں کو عصمت فروشی کے کاروبار سے روکنے کی فکر کریں، اگر بالفرض کسی طوائف خانے میں عصمت فروشی کا کاروبار کرنے والی پچاس خواتین ہوں، تو اسلام کے پاس اس لعنت سے بچنے کا حل یہ ہے کہ پچیس شادی شدہ مسلمان ایک مزید شادی کرلیں تو زنا کا اڈہ معاشرے سے ختم ہوسکتا ہے، لیکن معترضین کے پاس اس کا کیا راستہ ہے، اگر وہ اسلام پر اعتراض کرنے کی بجائے اس کی حکمت پر غور کرے، تو شاید اعتراض کی نوبت ہی نہ آتی۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتیں
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھیے